عرفان صدیقی کی کتاب "مکہ مدینہ" کا فکری و فنی جائزہ

(An Intellectual & Technical Review of Irfan Siddiqui's Book 'Makkah Madina')

DOI: https://doi.org/10.54692/nooretahqeeq.2023.07042091

رفعت کبیر خان
Riffat Kabir Khan
PhD Scholar, Department of Urdu,
Govt. College Women University, Faisalabad.

ڈاکٹر رخسانہ بی بی
Dr Rukhsana Bibi
Assistant Professor, Department of Urdu,
Govt. College Women University, Faisalabad.

Abstract:

Travelogue is a piece of literature that describes a journey. There is a profound tradition of travelogue writing in Urdu literature. Pilgrimage to Makkah and Madina has been narrated by many writers. Similarly, Irfan Saddiqui expressed his feelings and travel details while visiting Makkah and Madina through his travelogue 'Makkah Madinah' which highlights the beauty and spiritual quest of travelers and devotees. He reincarnates and revives the historical aspects of the Holy Pilgrimage. Saddiqui represents the true spirit of Islam, love for Holy Prophet (PBUH), peace, emotions and longings through visual imagery. An intellectual and technical review of the said book has been taken through this paper.

Keywords:

Travelogues, Travelogue Writing, Pilgrimage, Makkah, Madina, Hijaz, Holy Prophet (PBUH), Spiritual Quest

عرفان صدیقی کی کتاب "مکہ مدینہ" سرزمین حجاز کا سفر نامہ ہے۔ اس سفر نامے کی کیفیتیں دوسرے تمام اسفار سے الگ تھلگ ہوتی ہیں اسلام سے محبت اور ہادی اسلام سے گہرے قلبی تعلق اور وابستگی کی وجہ سے یہ سفر قلب و نظر کے علاوہ روح کی واردات بھی بن جاتا ہے۔ انسان اپنی پیدائش سے محو سفر ہے کچھ ذی شعور لوگ اپنے اسفار کی روداد کتابی

شکل میں لکھ لیتے ہیں جسے سفر نامہ سے موسوم کیا جاتا ہے سفر نامہ دراصل عربی اور فارسی الفاظ "سفر" اور "نامہ" سے مل کر بنا ہے سفر نامہ ایک طرح کی روداد ہی ہوتی ہے جس میں آپ بیتی شامل کی جاتی ہے۔ ایک اچھے سفر نامے کی خصوصیات میں عمدگی اور دل چسپی کا عنصر شامل ہوتا ہے۔ کچھ لوگ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے اور کچھ اپنے ذوق و شوق سے مجبور ہو کر سفر نامہ لکھتے ہیں لیکن یہ خاصیت اور ملکہ بہت کم لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ جو اپنے سفری تجربات و مشاہدات کو ادبی انداز سے قلم بند کر سکیں اردو سفر نامے میں کسی بھی قسم کے سفر کی روداد کو اپنے تجربات محسوسات اور مشاہدات کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔ سفر وسیلہ ظفر ہے سفر کے بارے میں اللہ تعالی قران پاک میں یوں فرماتا ہے:

> "ترجمہ کہہ دو کہ تم زمین پر چلو پھرو اور دیکھو کہ اس میں مخلوق کو کس طرح پہلی دفعہ پیدا کیا ہے پھر خدا ہی پچھلی پیدائش کو پیدا کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"(۱)

یہی وجہ ہے کہ عہد اسلام میں تسخیر عالم کا شوق حج کعبہ تقدیس و عظمت وضہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت کا شوق یہ ایسے حرکات تھے جن کی وجہ سے عربوں اور دوسرے مسلمانوں میں سیر وسیاحت کا ذوق وشوق مقبولیت کی حد تک تھا ایک اچھا سفر نامہ وہ ہوتا ہے جس میں مشاہدے کی گہرائی ثقافتی مطالعہ کا سلیقہ اختلاف کے باوجود بنی نوع انسان کی اساسی وحدت کا شعور اور اجنبی دیار و امصار کی زندگی کا ایسا صحیح تعارف شامل ہو جو صداقت پر مبنی ہونے کے علاوہ قارئین کے لیے دل چسپ، خیال انگیز اور بصیرت افروز ہو قدیم ناموں میں مارکوپولو ابن جبیر ناصر خسرو اور ابن بطوطہ کے سفر نامے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

سفر حج کے بارے میں کئی سفر نامے لکھے گئے۔ جن میں حاجی اپنی کیفیات اور تجربات کو بیان کرتے ہیں۔ پڑھنے والا اگر حج بیت اللہ کا سفر نہیں کر پایا تو وہ اس قلبی اور روحانی کیفیت کو محسوس کر سکتا ہے جو حج اور عمرہ کے دوران حاجی محسوس کرتے ہیں۔ وہ اپنے اندر روحانیت قلب و نظر کی طہارت، ایمان پختگی اور جذبات کی حدت وشدت محسوس کرتا ہے۔ کسی حد تک اس کی زندگی سے مادیت کا رنگ اتر جاتا ہے۔ اور بہت سارے لوگ ایسے ہی سفر ناموں کو پڑھنے کے بعد بہت محبت اور عقیدت کے ساتھ سفر بیت اللہ کی تیاری کرتے ہیں۔

ایسا ہی ایک سفر نامہ "مکہ مدینہ" ہے۔ عرفان صدیقی نے کئی بار حج اور عمرے کی سعادت حاصل کی انھوں نے پہلی بار ۱۹۷۸ء میں مکہ مدینہ کا سفر اپنے والدین کے ساتھ کیا تھا عرفان صدیقی نے جب یہ مقدس سفر کیا تو انھوں نے اس سفر کے حالات و واقعات احساسات اور مشاہدات اور روحانی کیفیات کو کالموں میں قلم بند کیا اور بعد میں انھوں نے اسے سفر نامے کی شکل میں شائع کروایا جو ایک نہایت شاندار سفر نامہ ہے:

> "دوسری روایت "سفر وسیلہ ظفر" کی ہے جس میں حج نامے اور سیاحت نامے لکھے گئے۔ اردو دان طبقہ ایسے قدیم سفر ناموں سے ابنِ بطوطہ اور جبیر اندلیسی کے سفر ناموں

سے تراجم کے ذریعے آشنا ہوا۔ اس روایت میں معلومات کا پلہ بھاری ہے۔ ایسے سفر ناموں میں جذبات کا عمل دخل تقریباً نہ ہونے کے برابر دکھائی دیتا ہے۔ محمد حسین آزاد کا "سیر ایران" اور شبلی نعمانی کا سفر نامہ "روم مصر و شام" اس کی بہترین امثال ہیں۔"(۲)

مکہ مدینہ کی حاضری مسلمانوں کے لیے خوش قسمتی کی علامت ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی انسان کیا خوش نصیب ہو گا کہ وہ اپنی آنکھوں سے روضہ رسول اور بیت اللہ کی زیارت کرے "مکہ مدینہ" بھی انھی خوش نصیبی کے دنوں کی داستان ہے جو عرفان صدیقی نے مکہ اور مدینہ میں گزرے ہوئے دنوں کے بارے میں لکھی ہے۔ سفر نامہ "مکہ مدینہ" کے آغاز میں عرفان صدیقی کی خوب صورت نعت ہے جو انھوں نے پہلے حج کے موقع پر الوداع ہوتے ہوئے کہی تھی جس سے ان کی دلی کیفیات کا اندازہ ہوتا ہے جس خوب صورتی کے ساتھ انھوں نے اپنی کیفیات کو بیان کیا ہے یہ انداز اظہار اللہ رب العزت کسی کسی کو ہی نصیب فرماتا ہے نعت ملاحظہ ہو:

میرا مقام کہ یثرب کی سرزمین دیکھوں
میرا نصیب کہ ارض رسول تک پہنچوں
یہ بات میرے تخیل سے ماورا تھی کہ میں
نبی کے شہر میں پہنچوں نبی کی نعت کہوں
یہ چاہتا ہوں کہ پہنچوں قریب تر لیکن
قدم اٹھاؤں تو سو بار ڈگمگا جاؤں(۳)

عرفان صدیقی کا سفر نامہ "مکہ مدینہ" حج اور عمرہ کے دوران عشق و محبت کے تاثرات مشاہدات جذبات کی شدت اور احساس کی حدت کا ترجمان ہے۔ جو عاشق رسول پر سرزمین حجاز میں جا کر کچھ ایسی کیفیات طاری ہوتی ہیں جہاں علم و شعور کی چکاچوند ماند پڑ جاتی ہے انسان مکمل حواس علم و آگہی کے باوجود بھی اسی کیفیت میں گرفتار رہتا ہے اس پوری کائنات کے اندر مکہ اور مدینہ ایسی سرزمین ہے جہاں سب سے زیادہ لوگ سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار جذب و سرور کے ساتھ کرتے ہیں

سفر نامہ مکہ مدینہ میں "یا حی یا قیوم" کے نام سے لکھے گئے ایک کالم میں عرفان صدیقی اپنی ایک آرزو کا اظہار کرتے ہیں ان کے دل میں ایک چھوٹی سی خواہش تھی کہ وہ مدینہ سے مکہ کی جانب عمرہ کے لیے جائیں سنت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے اور وہ ان کیفیات کو محسوس کرنا چاہتے تھے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم محسوس کرتے ہوں گے عرفان صدیقی کہتے ہیں کہ جب وہ کار میں بیٹھے اور اے سی چلا تو انھیں اندر ہی اندر بہت شرمندہ ہوئے کہ وہ کس طرح وہ کیفیات محسوس کر سکتے ہیں جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تپتی ہوئی ریت اور آگ برساتے سورج کے

ساتھ سفر کیا ہو گا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کن حالات میں مدینہ سے مکہ کی جانب سفر کیا ہو گا کتنے دن لگے ہوں گے کتنی تکلیف کا سامنا کیا ہو گا چٹیل پہاڑوں کے اوپر سے کیسے انھوں نے مشکلات کے ذریعے سفر کیا ہو گا اور کس قدر تھک کر انھوں نے آرام کیا ہو گا ان تمام کیفیات کو سوچ کر وہ من ہی من میں شرمندگی محسوس کر رہے تھے وہ کس طرح سے نبی پاک علیہ وسلم کی سنت پر عمل کر سکتے ہیں جب مدینہ سے مکہ آئے بیت اللہ کا طواف کیا تو عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔ پھر وہ خود اپنے آپ سے بہت سے سوال کرتے ہیں۔ کہ جب ہم ایک اللہ کو مانتے ہیں ایک رسول کو مانتے ہیں تو مسلمان دنیا بھر اس وقت اتنے پریشان کیوں ہیں۔ ہمارے آباؤاجداد معزز تھے مسلماں ہو کر اور ہم تارک قرآں ہو کر خوار ہو رہے ہیں وہ اپنی دلی کیفیت کو یوں بیان کرتے ہیں

> ”میں مسلسل کعبے کے غلاف کو دیکھ رہا ہوں حجر اسود کے عین اوپر چھت کے قریب سنہری ریشے سے بنے الفاظ یا حی یا قیوم میری نگاہوں کے سامنے ہیں شام رات میں تحلیل ہو رہی ہے لیکن ہزاروں لاکھوں برقی قمقموں کی روشنی نے حرم کے دالان کو نور میں نہلا دیا ہے ایک دو دن بعد میں جب یہاں سے چلا جاؤں گا تو بھی یہ دالان، یہ روشنی، یہ بیت اللہ اسی طرح موجود ہوں گے یا حی یا قیوم میں تو شاید پھر سے دنیا کے جھمیلوں میں تجھے بھول جاؤں، لیکن تو مجھے یاد رکھنا تو نے بھلا دیا تو میں کہاں جاؤں گا۔“(۴)

عرفان صدیقی اپنے سفر نامہ ”مکہ مدینہ“ میں مکہ شریف کے پرنور، پرکیف نظارے دلوں کو معطر اور منور کرنے والی بہار جو مکہ شریف میں ہر وقت رونق کیے رکھتی ہے اور یہ سلسلہ ازل سے چل رہا ہے اور ابد تک چلتا رہے گا لوگ جوک در جوک آتے رہیں گے اور اپنے قلوب کو عشق رسول سے منور کرتے رہیں گے لبیک اللھم لبیک کی جاں پرسوز صدائیں گونجتی رہیں گی اس در سے کبھی کوئی سوالی خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا رحمتوں برکتوں اور نعمتوں بخشش سے اپنا دامن بھر کر جاتا ہے اپنے گناہوں کو آہوں اور سسکیوں کے ساتھ اس یقین سے اللہ کے حضور پیش کرتا ہے کہ اللہ اسے معاف کر دے گا اور وہ کریم ستار العیوب یقیناً اس کو معاف فرما دیتا ہے ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے گویا دنیا کا احساس تک باقی نہیں رہتا لیکن پھر جیسے ہی حرم پاک سے نکلتے ہیں دل پھر اسی طرح دنیاداری میں لگ جاتے ہیں احساس تک باقی نہیں رہتا انسان اپنی روزمرہ کی مصروفیات میں گم ہو جاتے ہیں۔ اسی کیفیت کو عرفان صدیقی نے اپنے سفر نامہ ”مکہ مدینہ“ میں اس طرح سے بیان کیا ہے:

> ” اچھا سفر نامہ وہ ہوتا ہے جس میں مشاہدے کی گہرائی ثقافتی مطالعہ کا سلیقہ اختلاف کے باوجود بنی نوع انسان کی اساسی وحدت کا شعور اور اجنبی دیار و امصار کی زندگی کا ایسا صحیح تعارف شامل ہو جو مبنی بر صداقت ہونے کے علاوہ قارئین کے لیے دل چسپ خیال انگیز

اور بصیرت افروز ہو قدیم ناموں میں مارکو پولو، ابن جبیر، ناصر خسرو اور ابن بطوطہ کے سفر نامے خاص اہمیت رکھتے ہیں اچھا سفر نامہ وہ ہوتا ہے جس میں مشاہدے کی گہرائی ثقافتی مطالعہ کا سلیقہ اختلاف کے باوجود بنی نوع انسان کی اساسی وحدت کا شعور اور اجنبی دیار و امصار کی زندگی کا ایسا صحیح تعارف شامل ہو جو مبنی بر صداقت ہونے کے علاوہ قارئین کے لیے دل چسپ خیال انگیز اور بصیرت افروز ہو قدیم ناموں میں مارکو پولو ابن جبیر ناصر خسرو اور ابن بطوطہ کے سفر نامے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔"(۵)

عرفان صدیقی سفر نامہ "مکہ مدینہ" میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بارے میں اپنے تاثرات کو قلم بند کرتے ہیں مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا رعب اور جلال پورے طنطنے کے ساتھ دکھائی دیتا ہے مکہ مکرمہ میں جا کر انسان اللہ رب العزت کے جلال کی وجہ سے عجیب سی کیفیت محسوس کرتا ہے اپنے گناہوں پر نادم شرمندہ اور خوف خدا سے ایسی آنسوؤں کی جھڑی لگتی ہے کہ انسان کافی دیر تک اپنے حواسوں میں نہیں رہتا دل کے خالی پن سے رب کی عبوبیت اور بندگی کے احساس سے لبالب بھرے جاتے ہیں وہاں سب اپنی خطاؤں پر نادم ہوتے ہیں ارد گرد سے بے نیاز خانہ کعبہ پر نظریں جمائے رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے عفو و درگزر کے خواستگار ہوتے ہیں۔ سب کی گردنیں عجز و انکسار سے جھکی ہوتی ہیں دنیا کی آلائشوں سے کٹ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک ایسے جزیرہ عافیت میں آ بیٹھے ہیں جہاں زندگی کا انداز اور اسلوب بدل گیا ہو جہاں آ کر انسان کی سوچ فکر ایک فرحت بخش آسودگی اور روح ایک تمانیت بھری بالیدگی محسوس کرتی ہے، اللہ کی کبریائی قدم بھرنے والی ہر سانس اس کی خوشنودی اور رضا جوئی کی ڈور سے باندھے رکھنے والے ماضی پر شرمسار حال پر نادم اور مستقبل میں نیکوکار بننے کا عہد کرنے والوں میں انڈونیشیا سے مراکش تک پھیلی مسلم ریاستوں میں بسنے والے اور غیر مسلم ریاستوں میں اقلیت کے طور پر رہنے والے مسلمان سب اسی مرکز کی جانب کھنچے چلے آتے ہیں ۱۴۰۰ سالوں سے یہ صحن اسی طرح کشادہ اور عازمین کے لیے شاد و آباد ہے عرفان صدیقی سوچ و فکر کی رفتار کا موازنہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کہ جب ہم اتنے سچے اور پکے مسلمان ہیں تو پھر دنیا بھر میں مسلمانوں کے ساتھ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے عرفان صدیقی اس کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

"لیکن ایسا کیوں ہے کہ ہم لوگ جو حرم میں داخل ہوتے ہی اپنے اندر ایک جہان نو کروٹیں لیتا محسوس کرتے ہیں اور ہمارے احساس و خیال کی دنیا میں زلزلہ برپا ہو جاتا ہے حرم سے نکلتے اور اپنے آشیانوں کو لوٹتے ہی سارے لطیف احساسات اور ساری منور سوچوں سے محروم ہو جاتے ہیں ایک اجاڑ اور سوکھا سڑا پیڑ یکایک ہرے بھرے پتوں خوش رنگ پھولوں اور رسیلے پھلوں سے بھر جاتا ہے اور پھر یکایک اس کے برگ و ثمر

جھڑنے لگتے ہیں وہ پہلے جیسا ٹنڈ مونڈ خزاں رسیدہ درخت بن جاتا ہے۔"(۶)

عرفان صدیقی نے دنیا بھر کے مسلمانوں کی حالت کو اس سفر نامہ میں موضوع بنایا ہے کہ وہ کیوں ذلت اور رسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ کیوں توڑے جا رہے ہیں کیوں مسلم ممالک مسلسل گرداب بلا کے تھپیڑے کھا رہے ہیں۔ افغانستان آگ میں نہا گیا بصرہ اور بغداد پر قیامت ٹوٹ پڑی کشمیر اور چیچینیا میں درندہ صفت سامراجوں کی بھوک کیوں مٹ نہیں رہی فلسطین میں ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی ہے جب کہ مسلمان سوا عرب سے زائد اور اس سے دگنے ہاتھوں کے ساتھ بھی بیچارگی اور بے بسی کی تصویر بنے تماشائی کا کردار ادا کر رہے ہیں نہ صرف تماشہ دیکھتے رہے ہیں بلکہ خود اپنے کندھے ان بندوکوں کو پیش کر رہے ہیں جو ہمارے ہی بھائیوں کے سینے چھلنی کر رہے ہیں دست ستم گر خود بول رہے ہیں کہ افغانستان کا جگر چاک کرنے والے سارے مزائل پاکستان کی سرزمین اور فضاؤں سے برسائے گئے عراق پر برسنے والی آگ کا ہر شعلہ پاس پڑوس کے اسلامی ممالک کی بھٹیوں میں تخلیق ہوا ہے اگرچہ یہ محض حکمرانوں کی مفاد پرستی سمجھ لیا جائے تو سوا عرب انسان کیا کر رہے ہیں۔ بلاشبہ عشق کی آگ بجھ چکی ہے اور مسلمان خاک کا ڈھیر بن کر رہ گیا ہے ہماری صفیں تاراج دل پریشان سجدے بے ذوق ایمان کی حرارت دلوں میں سرد پڑ چکی ہے ہمارا کردار اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے دور ہو چکا ہے اسی لیے بندہ مومن معیار پر پورا نہیں اترتا اور اس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے نہ غالب و کار آفرین نہ کار کشانہ کار ساز ہے۔ اس کی وجہ بھی ہم خود ہیں کیوں کہ جب ہم اس سرزمین پاک کو چھوڑ کر واپس اپنے اپنے آشیانوں کی طرف آتے ہیں تو ہمارے ہاتھوں میں آبِ زمزم ہوتا ہے اور حرم پاک سے حاصل ہونے والے جذب و کیف روح و فکر میں پیدا ہونے والے انقلاب کی گٹھڑی ہم اسی میقات پر چھوڑ آتے ہیں۔ جہاں احرام باندھ کر حدودِ حرم میں داخل ہوتے ہیں عرفان صدیقی سرزمین حجاز کی خوب صورتی کو بیان کرتے ہوئے منظر کشی کرتے ہیں مدینہ منورہ چمنستان ہستی کا ایک سدا بہار پھول ہے جس کے لطافت سب سے جدا جس کے رنگ سب سے منفرد ہیں جس کی خوشبو سب سے مسحور کن ہے اس کی ہواؤں میں کچھ ایسا جادو اور فضاؤں میں کچھ ایسا حسن ہے کہ کسی بھی خطہ ارضی سے آنے والے انسان اپنے جذبات و احساسات پر قابو نہیں رکھ سکتے مکہ مکرمہ کے پر شکوہ اور جلال کے دائرے سے نکل کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے جمال میں داخل ہوتے ہی قلب و نظر ایک سراسر مختلف کیفیت سے ہمکنار ہو جاتے ہیں اس کیفیت کی سرشاری اور سرمستی کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو برسوں کوچہ جاناں میں پہنچنے کی آرزو میں سلگتا رہے، جس کی زندگی ہر لمحہ حضوری اور حاضری کی تمنا لیے بے تاب رہتی ہو جس نے انتظار کی لمبی لمبی راتیں اور دن گزارے ہوں جو صرف اس لیے جیتا رہا ہو کہ وہ مرنے سے قبل صرف گنبد خضرا کے عکسِ جمیل سے اپنی آنکھوں کو منور کرنا چاہتا ہو۔ عشق، محبت اور عقیدت کے والہانہ پن کے جو مظاہر ہر روز حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے در و دیوار اور محرابوں پر رقم ہوتے ہیں وہ اہل حرم کے دلوں میں معجزانہ طوفانوں کا محض ایک ہلکا سا ارتعاش

ہیں۔ زندگی بھر جلتے بلتے صحراؤں میں آبلہ پائی میں بھٹکنے والا انسان جونہی مدینہ کی آغوش میں قدم رکھتا ہے اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ کسی باغ میں آگیا ہو جہاں ہر طرف ہری بھری مخملی گھاس اس کے قدموں تلے بچھی جارہی ہے جہاں چاروں طرف ایک ممتا بھری آسودگی رچی بسی ہے جہاں ایک معطر پھوار ہمہ وقت گرتی اور دلوں کی اُجاڑ کھیتیوں کو شاداب کرتی چلی جاتی ہے جہاں عمر بھر کی بے خوابیوں کو سکون مل جاتا ہے روح آسودگی سے نہال ہو جاتی ہے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی شفقت بھرا ہاتھ پھیرتے ہوئے لوری دے رہا ہے۔ رستے ہوئے زخموں پر مرہم رکھ رہا ہے کسی نے گرتے ہوئے مسافر کو سنبھال لیا ہے جیسے اچانک کڑکتی دھوپ میں چلتے چلتے گھنے بادلوں کا سایہ سائبان بن کر تن گیا ہو جیسے وہ کہہ رہا ہو، یہاں پر عرفان صدیقی مکالماتی انداز بہت خوب صورتی کے ساتھ اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> ”تم نے اتنی دیر کر دی؟ جتنا عرصہ تم یہاں آنے کے جتن کرتے رہے ہو اتنا ہی عرصہ میں تمہارا انتظار کرتا رہا ہوں آؤ میرے قریب آؤ جیسے دل کے اندر ہی اندر ایک سرگوشی سی اٹھ رہی ہو“ تم جو کچھ بھی ہو میں تمہارا ہوں جیسے کسی مسیحا نفس کے خیال کے لمس نے سارے دکھ دور کر دیے ہوں۔“(۷)

ایک عاشق جب محبوب کی گلی میں پہنچتا ہے تو گویا دل کے آبلوں کو قرار آجاتا ہے بیمار کو شفا مل جاتی ہے دل کے اُجڑے ہوئے نگر آباد ہو جاتے ہیں زبان حرکت نہ بھی کرے مگر محبوب دل کے اسرار جان جاتا ہے۔ یہاں لب نہیں ہلتے لفظ اپنی وقعت کھو دیتے ہیں انسان خود فراموشی کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے جس طرح ماں شیر خوار بچے کی خواہشات کو بنا سنے جان جاتی ہے اسی طرح حضور ﷺ بھی سب کچھ جانتے ہیں جہاں بھی ہوں وہیں سے دو صدا سرکار سنتے ہیں سر آئینہ سنتے ہیں پسِ دیوار سنتے ہیں وہ تو ہمارے دل کے دھڑکنے کی رفتار سنتے ہیں۔

عرفان صدیقی نے اپنی دلی کیفیت کو بہت خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے، جس میں عالمانہ انداز ہے اور کہیں کہیں مکالماتی انداز بھی ہے جو اسلوب میں چار چاند لگا دیتا ہے۔ عشق و سرور میں ڈوبی ایک عاشق کی وارداتِ قلبی ہے جس میں عاشق پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

عرفان صدیقی نے اپنی کیفیت کو بڑے دل فریب انداز بیان کیا ہے انسان چاہے کتنا بھی بڑا کیوں نہ ہو لیکن جب بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضری کے لیے جاتا ہے تو وہ چھوٹے بچوں کی طرح ہو جاتا ہے وہ کبھی روتا ہے، کبھی ایڑیاں رگڑتا ہے اور کبھی جھولیاں پھیلاتا ہے۔ اس کیفیت کو عرفان صدیقی اس سفر نامے میں یوں بیان کرتے ہیں:

> ”۔۔۔ اور ان شیر خوار بچوں کے منہ میں زبان نہیں ہوتی لیکن محبتوں، شفقتوں اور رانائیوں میں بھی ممتا کو سب خبر ہوتی ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے وہ سب جانتی ہے کہ اس کی طلب کیا ہے وہ سب سمجھتی ہے کہ اس کی بے کلی کیا تقاضا کرتی ہے اللہ سے صرف تڑپنے

پھڑ کنے کی توفیق مانگتے رہنا چاہیے یہ نہ رہے تو اظہار کا کوئی وسیلہ ہی نہیں رہتا۔"(۸)

عرفان صدیقی نے اس سفر نامہ میں حال اور ماضی کا موازنہ کرتے ہوئے ہیں۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی راہوں پر چلتے ہوئے وہ ماضی کے جھروں میں جاتے ہیں اور دور نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو محسوس کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کس طرح سے نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ اکرام ان رستوں ان گلیوں میں چلتے پھرتے ہوں گے انسانوں کے علاوہ جانور بھی کیسے رحمت عالم نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھ کر خوش ہوتے ہوں گے۔

"میں اسی طرح کی سوچوں کے جنگل میں بھٹک رہا تھا کہ میرے عقب سے کسی نے زوردار ہچکی سی لی میں نے پلٹ کر دیکھا گھنی سفید داڑھی والا نہایت بوڑھا شخص رو رہا تھا اس کی بھیگی ہوئی آنکھیں خانہ کعبہ پر جمی تھیں اس نے سوکھی لکڑیوں جیسے بازو اٹھا رکھے تھے اور ان بازوں کے سروں پر رکھے دو ہاتھ کپکپا رہے تھے اس کے آنسو داڑھی کے سفید بالوں میں موتیوں کی طرح دمک رہے تھے وہ ہچکیاں لے رہا تھا میرا دل اسے دیکھ کر بھر آیا ساری سوچیں یکدم معدوم ہو گیں اور آنکھوں میں ایک سیلاب سا کروٹیں لینے لگا میں نے بوڑھے سے آنکھیں پھیر کر خانہ کعبہ کی طرف دیکھا اللہ تعالی کی جلالت اور عظمت اور اپنی کم مائیگی کے احساس سے میری روح کپکپانے لگی۔"(۹)

رحمتیں دو جہاں صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ڈھیروں شفقتیں اشارے سے اپنی طرف بلاتی ہیں ہمیشہ یہی کچھ ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گنہگاروں کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیتے ہیں اور ہم کھلونوں کے لیے مچلتے معصوم بچے کی طرح جانے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کیا کچھ کہتے رہتے ہیں ان باتوں کی کوئی زبان ہوتی ہے نہ لغت لفظ نہ جملے اسلوب گفتار نہ پیرایہ اظہار بس اک گہرے سکوت کے بھاری غلاف میں لپٹی کوئی بے نام سے التجا ہوتی ہے ماں کی نرم و گرم آغوش میں پڑے بچے کی ہوں ہاں سے بنتی کہانی کی طرح اور وہ بغیر کہے حاجت پوری کر دیتے ہیں۔

"مذاہب عالم کی سفر پسندی کی سب سے بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ سفر ایک ایسا عمل ہے جو انسان کو جسمانی اور دماغی اعتبار سے متحرک و بیدار رکھتا ہے اور انسان جسمانی اور دماغی اعتبار سے بیدار و صحت مند رہ کر ہی مکمل انسان بن سکتا ہے سفر انسان کی تساہل پسندی تنگ نظری اور تنگ دلی جیسی خرابیوں سے محفوظ رکھتا ہے ایک سیاح کی فکر و نظر میں جتنی وسعت اور بلندی ہوتی ہے وہ کسی گھر بیٹھے ہوئے انسان کے نہیں ہو سکتی سفر میں مختلف صعوبتوں اور دشواریوں کی بھٹی میں تپ کر انسان کندن بن جاتا ہے زندگی کے نشیب و فراز کا جیسا وسیع تجربہ سفر سے حاصل ہوتا ہے کسی اور طریقے سے ممکن نہیں سفر

ان گنت کامیابی اور کامرانیوں کا سرچشمہ ہے۔"(۱۰)

عرفان صدیقی نے ایسے بہت سے محیب دیکھے جو چپ چاپ بیٹھے حرم کعبہ کو ٹک ٹک دیکھتے رہتے ہیں نہ ان کی آنکھیں جھپکتی ہیں نہ ان کے لب ہلتے ہیں لیکن پتھر جیسے ان کے چہروں پر تازہ گلابوں جیسی لطافت ہوتی ہے ان کے گرد بندگی اور عبودیت کا ایک ایسا نورانی ساہالا ہوتا ہے کہ آنکھ بھر کر اسے دیکھنا مشکل ہوتا ہے اور حرم کی صبح خوش جمال کا حسن شام کی رعنائی اور رات کی زیبائی ماند پڑ جاتی ہے۔ ایک اور جگہ عرفان صدیقی سفر حجاز کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں۔ نرگس کی آنکھ سے دیکھنے والوں کو وہ کچھ نظر آتا ہے جو جستجو اور تجسس کرنے والی نگاہ صدیوں میں نہیں دیکھ سکتی اور پھر جب شام چپکے سے رات میں تحلیل ہونے لگتی ہے اور حرم کے سارے چراغ جل اٹھتے ہیں اور اللہ کے گھر کا جلال و جمال حد کمال کو پہنچتا دکھائی دیتا ہے اور طواف کرنے والوں کا دائرہ پھیلتا چلا جاتا ہے تو حرم کا دالان رب ذوالجلال کی کبریائی کے مشکبو تذکروں سے مہکنے لگتا ہے۔

عرفان صدیقی اپنے سفر نامہ مکہ مدینہ کے ایک مضمون "بام کا کبوتر" میں ایک باباجی کے بارے میں بتاتے ہیں کہ ان کی کہانی کوئی الف لیلائی عنصر نہیں رکھتی تھی یہ سچے کھرے اور بے داغ اور بے لاگ جذبوں کی کہانی ہے زمینی حقیقتوں سے نہ بلند روشن خیالی شناسائی ان کے عشق کی کہانی ہے جو سارے رشتوں ناتوں کی پہچان گنوا دیتے ہیں اپنے اپ سے بھی بیگانہ ہو جاتے ہیں یہ عشق اپنا نشہ پلانے کے لیے خاص مٹی سے بنے دل تلاش کرتا ہے قدرت جانتی ہے کہ اس محبت کو نازک آبگینوں میں ہی رکھا جاتا ہے ان باباجی کو اپنی تاریخ پیدائش تو یاد نہیں تھی بس اتنا یاد تھا کہ کچھ عرصے بعد پاکستان بن گیا تھا ماں باپ نے ان کا نام عبدالمجید رکھا تھا عبدالمجید کے والد غریب آدمی تھے محنت مزدوری کر کے بچوں کا پیٹ پالتے تھے عبدالمجید نے لاہور کے ایک مدرسے اور پھر دارلعلوم ملتان سے کچھ دینی کتب کا درس لیا نوجوانی کے دنوں میں وہ لاہور کی چھوٹی چھوٹی مساجد میں امامت کا فریضہ بھی ادا کرتا تھا پھر باباجی نے بتایا کہ جب انھیں تھوڑے بہت پیسے ملنے لگے تو وہ بہت پریشان ہوئے کہ ان پیسوں کو کہاں خرچ کرے اور پھر ضیاالحق کے زمانے میں حج کے لیے آئے اور پھر کئی بار عمرے کے لیے آئے ماں باپ کے انتقال کے بعد کسی طرح وہ مدینے چلے آئے اور پھر کافی عرصہ یہاں رہے ان کے پاس کوئی کاغذ وغیرہ بھی نہیں تھے مکہ میں جاتے تو حرم میں رہتے اور مدینہ میں جاتے تو حرم نبوی میں رہتے راتوں کو اسی فٹ پاتھ پر لیٹ جاتے اور پچھلے کئی سالوں سے مستقلاً وہ وہیں پہ رہتے ہیں باباجی اب کافی حد تک بزرگ ہو چکے تھے سارے دانت ان کے ٹوٹ چکے تھے سفید لمبی داڑھی سر پر سفید رنگ کی پگڑی اور سفید لباس ملبوس باباجی کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جذب و کیف کی اپنی ہی دنیا میں رہتے ہیں اور انھوں نے شادی نہیں کی اور زندگی بھر باباجی نے کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگا رات کا کھانا ایک ہوٹل کے مالک کی درخواست پر ہوٹل سے لینے آتا ہے ورنہ وہ آب زم زم کے تین چار گلاس صبح ناشتے میں پی لیتا ہے دوپہر کو ان کھجوروں پر گزارا کر لیتا ہے جو لوگ حرم شریف میں لے آتے ہیں اس سے زیادہ کی اسے طلب

نہیں باباجی بتاتے ہیں کہ ایک دن وہ رکن یمنی کے قریب بیٹھے تھے کہ ایک عرب شیخ نے پوچھا بابا تمہارے پاس اقامہ ہے انھوں نے کہا نہیں، شیخ بولا میں تمہارا کفیل بننے اور اقامہ دلوانے پر تیار ہوں بس تم میرے لیے دعا کر دیا کرو اس شیخ نے باباعبدالمجید کو اقامہ بنوادیا اور اب وہ حرم میں ہی رہتے ہیں۔

عرفان صدیقی اپنے ایک اور کالم "تیری گلی سے جو نکلا" میں بتاتے ہیں کہ کس طرح باباشیر اپچھلے ۵۰ سالوں سے حرم کو نشیمن بنائے بیٹھا ہے وہ کشمیر کے کسی قصبے میں رہتا تھا اور دیار حجاز جانے کی اسے بہت زیادہ آرزو تھی ایک دن اس خواہش نے اسے اتنا بے چین کر دیا کہ وہ چھوٹی سی پوٹلی اٹھائے گھر سے نکلا اور بڑے بوڑھوں نے پوچھا کہاں جارہے ہو بولے حج کر جارہے ہیں پھر انھوں نے واپس پلٹ کر نہ دیکھا پیدل جانے کن کن ملکوں اور کن کن بستیوں سے خاک چھانتے کتنے مہینوں اور کتنے سالوں میں وہ اپنے خوابوں کی سرزمین میں داخل ہوئے اس کے پاس نہ تو کوئی سفری دستاویز تھی ہاں لیکن عشق کا پروانہ لیے وہ اپنے رب کعبہ کے حضور پہنچا اور پھر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس انداز سے حاضری دی کہ لوگوں کو اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا پھر وہ پلٹ کر نہیں گیا حرم شریف اس کا مستقل ٹھکانہ ہے اور وہ وہاں سے چھٹی لے کر صرف اس وقت نکلتا ہے جب اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مدینہ شریف جانا ہو عرفان صدیقی نے اسے ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ انھیں کہیں نہیں ملے۔

عرفان صدیقی اپنے اس سفر نامہ میں ایسے لوگوں کو بہت خوش قسمت تصور کرتے ہیں جو اپنا گھر بار رشتے دار خاندان دنیاوی عزت جاہ و جلال چھوڑ کر صرف اور صرف مکہ اور مدینہ کے ہو کے رہ جاتے ہیں اور مکہ معظمہ میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو برس ہا برس سے وہاں موجود ہیں اور وہ اپنا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط کر چکے ہیں اور ان کے چہرے اتنے نورانی ہیں یوں محسوس ہوتا ہے گویا نور کی کرنیں پھوٹتی ہیں ان کے جسموں سے معطر خوشبوئیں جنم لیتی ہیں اور ہر وقت اپنے خالق اور مالک رب ذوالجلال خالق کائنات کی رضا پر راضی رہنے کی کوشش کرتے ہیں ان کا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا جینا مرنا سب سرزمین مقدس میں ہے اور وہ اسی مقدس سرزمین میں دفن ہونے کی خواہش رکھتے ہیں۔ عرفان صدیقی نے حج اور عمرہ کے دوران کئی ایسے لوگوں کو دیکھا جو خاص اللہ سے لو لگائے ہوئے تھے وہ ایسے اشخاص کا حال معلوم کرنے کے لیے متجسس تھے اور انھوں نے بارہا کوشش کر کے کچھ لوگوں سے ملاقات بھی کی جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ عرفان صدیقی جاننا چاہتے تھے کہ یہ لوگ کس طرح کی زندگی گزارتے ہیں یا اللہ تعالیٰ سے اتنی محبت کرتے ہیں جتنا کہ کوئی عام شخص نہیں کر سکتا اسی تجسس میں انھوں نے ایسے لوگوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی اور وہ اپنے سفر نامے میں لکھتے ہیں:

> "اب کی بار مجھے ایسے لوگوں کی تلاش رہی جو زندہ ہے لیکن گم ہو چکے ہیں اور جو گم ہو چکے ہیں لیکن اتنا کچھ پا گئے ہیں کہ بھاری خزانوں کے عوض بھی خریدا نہیں جا سکتا کسی اس کے پاس بہت سا وقت ہو اور وہ کئی دن مکہ مدینہ ٹھہر سکے تو اسے عشق و مستی کے ان پیکروں کو

تلاش کرنا چاہیے ان کے معطر تذکروں کو مرتب کرنا چاہیے ان کی کہانیوں کو ہم جیسوں کے سامنے لانا چاہیے جو دنیا کی گھمن گھیریوں میں دکھے کھا رہے ہیں جو کلائی پر بندی گھڑی کی ٹک ٹک سے بندھے ہیں بے آب و رنگ معمولات کا رزق ہو گئے ہیں۔"(۱۱)

نبی پاک ﷺ کی محبت میں بھیگے لوگ نگر نگر سے آتے ہیں۔ خلق خدا پروانوں کی طرح حرم کعبہ میں منڈلاتے ہوئے لوگ روتے ہوئے لوگ، ہچکیاں لیتے ہوئے لوگ، دعاؤں کے لیے ہاتھ پھیلاتے لوگ اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر سے آتی خوشبو روح کو تھپکیاں دیتی محسوس ہوتی ہے حاجی جب بھی وہاں جاتے ہیں وہ محسوس کرتے ہیں ان کی زبان گنگ ہو جاتی ہے، لفظ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں بیان کا سلیقہ گم ہو جاتا ہے اور وہ پتھر ہو کر رہ جاتے ہیں آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے اور وہ بول نہیں پاتے پھر ان کے کان میں کوئی سرگوشی کرتا ہے تم نے اب کے بہت دیر کر دی پھر ایک اور جگہ عرفان صدیقی اپنے دل کی کیفیت کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق اور محبت ان کی رگ و پے میں سما چکا ہے اور عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری بے چین کی ہوئے ہے وہ اپنا سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کرنے کو تیار ہیں۔ عرفان صدیقی اپنے جذبات و احساسات کو اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

"عصر کی نماز کے بعد میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جالیوں کے سامنے پہنچا تو ہمیشہ کی طرح سب کچھ بھول گیا سب کچھ مدغم ہو گیا دعاؤں کے سارے دفتر ہوا ہو گئے میں پتھر کا بت بنا کھڑا رہا محبت کی ایک شبنمی پھوار نے مجھے آغوش میں لے لیا اور مجھ پر اس بچے کی سی کیفیت طاری ہو گئی جو بڑی دیر سے اپنا دکھ چھپائے اپنے آنسوؤں پر ضبط کیے بیٹھا ہوتا ہے لیکن سر پر ایک دست شفقت محسوس کرتے ہی طوفانوں کا در کھل جاتا ہے اور اگر یہ تھمنے میں نہیں آتا لفظ اور زبان کا وسیلہ جذبہ اور احساس سارا رس نچوڑ لیتا ہے ابھی تک کوئی ایسا لفظ ایجاد نہیں ہوا جو دلوں کی بستی کا احوال کہہ سکے میرا چہرہ آنسو سے تر ہو رہا تھا اور آنکھوں میں بس جانے والی دھند کی چھلنی سے گزرتی نگاہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جالیوں پر جمی تھی۔"(۱۲)

عرفان صدیقی کی تصنیف "مکہ مدینہ" اگرچہ مضامین کا مجموعہ ہے لیکن ان میں موضوعات کی جدت اور وحدت موجود ہے اور اس میں سب سے خاص بات فریضہ مقدس اور عشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مدینہ سے محبت جو کہ ایک مومن کے دل کی خواہش ہوتی ہے۔ کچھ کیفیات ایسی ہوتی ہیں جب علم و شعور آگہی کی چکا چوند ماند پڑ جاتی ہے پھر انسان اپنے دل کی کیفیت کو بیان کرنے سے قاصر ہوتا ہے اور عشق و محبت سے بھرے کاسہ دل کی کیفیت کو بیان کرتا ہے

تو پھر ایسا ہی سفر نامہ لکھا جاتا ہے جیسا کہ عرفان صدیقی نے لکھا ہے ان کا سفر نامہ عشق اور محبت سے گوندھا ہوا سفر نامہ ہے۔ اس میں والہانہ عقیدت اور محبت ہے حجاج اکرام سے عقیدت اس میں عرفان صدیقی نے بہت سے موضوعات کو بھی بیان کیا ہے جن میں بہت سارے لوگوں کیفیات کو بھی بیان کیا ہے اور سفر نامے کے ذریعے بہت سارے لوگوں کے دل میں روزہ رسول ﷺ کو دیکھنے کی ایک تڑپ پیدا ہو گئی اور انھوں نے اس کو اتنی خوب صورتی سے لکھا ہے ایک ایک بات کو بڑی باریکی کے ساتھ بیان کیا ہے حرم کعبہ میں جو لوگ بستے ہیں ان کے بارے میں ان کے اندر کیا باتوں کے بارے میں اور مدینہ پاک میں آنے والی تبدیلیوں کو بھی انھوں نے اپنے سفر نامے میں بیان کیا ہے اور دونوں چینلوں کی بنائی جمال حسن کو بھی بڑے خوب صورت انداز میں پیش کیا عرفان صدیقی ایک محمد ﷺ اور مذہب سے محبت رکھنے والے شخص ہیں وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہر ایک مسلمان کی طرف والہانہ عقیدت اور محبت رکھتے ہیں اس سرزمین سے جڑے رہنا ان کے دل کی خواہش ہے عرفان صدیقی لکھتے ہیں:

> ”کون جانے کس کی دعا بارگاہ الٰہی میں مستجاب ٹھہرتی ہے اور کس کی ادا درگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بازیاب ہوتی ہے شاید دعا کے قبول اور ادا کے مقبول ہونے کا کوئی پیمانہ وضع ہی نہیں ہو سکا کون محروم رہا اور کس کی جھولی بھر دی گئی اس کی خبر پانا آسان نہیں اس کا اندازہ شاید محروم رہنے والا اور مالا مال ہونے والے کو بھی نہیں ہوتا۔“(۱۳)

عرفان صدیقی کو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی وہ رباعی جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بہت مشہور و معروف ہے عرفان صدیقی اس رباعی کے معنی و مفہوم کے شہدائی ہیں۔ اور اس رباعی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کو بھی تیار ہیں سفر نامہ ”مکہ مدینہ“ میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بارہا اس رباعی کا ذکر کیا ہے یہ رباعی عرفان صدیقی کو بہت زیادہ عزیز ہے گویا اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہے اس رباعی کے حوالے سے عرفان صدیقی نے چار مضامین بھی باندھے ہیں اور رباعی کی تحقیق کر کے تفصیلا بیان کیا ہے کہ رباعی پڑھتے ہوئے عرفان صدیقی اپنے دل و جان پر قابو نہیں رکھ پاتے اور آنسوؤں کا دریا سیلے رواں ہو جاتا ہے اور وہ رباعی یہ ہے:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پنہاں بگیر(۱۴)

عرفان صدیقی کا سفر نامہ ”مکہ مدینہ“ عشق رسول سے لبریز ہے اس میں وارفتگی قلب اور بے ساختگی احساسات عیاں ہوتی ہیں۔ اس سفر نامہ میں عشق حقیقی کے کیف و سرور کی کیفیت ملتی ہے انھوں نے یہ سفر نامہ منفرد

انداز میں لکھا ہے کہ سفر حجاز کی پوری تصویر متحرک صورت میں آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگتی ہے سفر نامہ کی زبان اگرچہ بہت سادہ عام فہم ہے لیکن جذبات و احساسات اور کیفیات پڑھنے والے کو اپنی گرفت میں جکڑ لیتی ہیں اور پڑھنے والے کو اتنا متاثر کرتی ہیں کہ وہ سفر نامہ کو پڑھتا ہی چلا جاتا ہے یہاں تک کہ پورا سفر نامہ پڑھ کے ہی اسے چین ملتا ہے اس سفر نامہ کے بارے میں افتخار عرف اپنی رائے یوں بیان کرتے ہیں:

> "مکہ اور مدینہ دو شہر اللہ کے مصطفیٰ بندوں سے منسوب نور میں نہائی ہوئی دو بستیاں کلمہ طیبہ کے دونوں جملوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تعبیر و تفسیر قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے رخ حیات مرکز و محور کائنات اور صاحب نصیب وہ لوگ ہیں جو ان زمینوں کے خاک پاک پر سجدہ ریز ہوتے ہیں۔"(۱۵)

پیش نظر تحریر انشاء پردازی کے ہنر اور آرائش کے سلیقے سے وجود میں نہیں ائی ہے بلکہ ان کے سوتے چشم خیر کثیر سے پھوٹے ہیں جو دین کی اصل اساس ہیں عرفان صدیقی کو جوہر تخلیق کی نعمتوں کو عطا کرنے والے نے ان کے لفظ کو تاثیر کی دولت سے بیش بہا مالا مال کر رکھا ہے یہ تحریریں گریہ نیم شبی کا اسلوب بھی رکھتی ہیں اور آداب سحر گاہی کے کرینوں سے بھی آگاہ ہیں۔ عرفان صدیقی کا سفر نامہ ان کے شوق سفر کا حال کبھی گریہ بے اختیار کے ساتھ کبھی ضبط گریہ کی منزلوں سے گزرتے ہوئے لمحوں کی تحریر ہے اس سفر نامہ کا احوال پڑھ کر سفر پر روانہ ہونے کو دل مچلنے لگتا ہے

عرفان صدیقی نے اپنے سفر نامہ میں ارض حجاز کی ہر چیز کو اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے ساتھ جوڑنے سمجھنے جاننے اور پہچاننے کی کوشش کی ہے چنانچہ انھوں نے تخیل کے ذریعے سرزمین مکہ مکرمہ کو اسی طرح سے دیکھا ہے جیسے وہ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چلے گئے ہوں اور دیار نبی کی ہر چیز کو دیکھتے ہوئے ان کے احساسات و جذبات اور محسوسات وہی تھے جو اس وقت میں لوگوں کے ہوں گے عرفان صدیقی کا سفر نامہ "مکہ مدینہ" میں روایتی عقیدت اور محبت کی چاشنی کے ساتھ ساتھ جذبات و احساسات ہیں جن میں ایک دل آویزی خوش اسلوبی وارفتگی اور انداز تحریر دل کو لبھانے والا غمگین دلوں کو تسلی دینے والا جس سے ٹوٹے ہوئے دلوں کو تسلی عطا ہوتی ہے، شگفتگی نصیب ہوتی ہے عرفان صدیقی کے سفر نامہ "مکہ مدینہ" میں عرفان صدیقی نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہی چارہ کار ہیں، وہی چارہ ساز ہیں، وہی چارہ گر ہیں، کیوں کہ وہ تو خیر البشر ہیں، وہی ایک ذات ہے جو بے کسوں اور مجبوروں کا سہارا ہے گرتے ہوں کی دستگیری کرتا ہے۔ مسکینوں اور یتیموں کے سروں پر دست شفقت رکھتا ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم صاحب خلق عظیم ہیں، صاحب لطف عمیم ہیں، اور صاحب حق، صاحب شق القمر ہیں جب انسان آج کے اس نفسا نفسی کے دور میں ان دنیاوی لذتوں کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے اور اپنے انجام سے بے خبر ہو گیا ہے جب کہ اس کی دنیاوی اور اُخروی کامیابی صرف اور صرف اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے محبت میں

پوشیدہ ہے۔ کیوں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہی دائمی ابدی اور عالمگیر ہے عرفان صدیقی عشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بیان کرنے میں بڑے خوب صورت عقیدت بھرے لفظوں اور جذبوں کا سہارا لیتے ہیں عرفان صدیقی کا یہ سفر نامہ اپنے اندر معنی کا اک جہاں سموئے ہوئے ہے۔

حوالہ جات

۱۔ القران: سورہ العنکبوت:۲۰

۲۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، کشاف تنقیدی، ص:۱۰۰

۳۔ عرفان صدیق، پیش لفظ گریز کا موسموں کی خوشبو، ص:۳۴

۴۔ عرفان صدیقی، مکہ مدینہ، (حرف اول) لاہور: جہانگیر بکس، ۲۰۰۷ء، ص:۴۶

۵۔ حامد بیگ، مرزا، ڈاکٹر، اُردو سفر نامے کی مختصر تاریخ، لاہور: اورینٹ پبلشرز، ۱۹۹۹ء، ص:۷

۶۔ عرفان صدیقی، مکہ مدینہ، ص:۲۳

۷۔ ایضاً، ص:۳۳

۸۔ ایضاً، ص:۲۷

۹۔ ایضاً، ص:۳۹

۱۰۔ خالد محمود، اردو سفر ناموں کا تنقیدی مطالعہ، نئی دلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۱۱ء، ص:۳۰

۱۱۔ عرفان صدیقی، مکہ مدینہ، ص:۶۴

۱۲۔ ایضاً، ص:۱۱۹

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ عرفان صدیقی، جو بچھڑ گئے، لاہور: خزینہ علم و ادب، ۲۰۰۳ء، ص:۱۴

۱۵۔ افتخار عارف (فلپ)، مکہ مدینہ، از عرفان صدیقی